***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Psychological Effects of Secularism on Pakistani Society

پاکستانی معاشرے پر لادینیت کے نفسیاتی اثرات کا جائزہ

Mehboob Hussain
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies Lahore
mehboobqarimehboob@gmail.com
Dr. Intikhab Ahmad
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

ABSTRACT

This study examines the psychological effects of secularism (La-Deeniyat) on Pakistani society, focusing on its influence on individual beliefs, identity formation, and social behavior. In a society where religion has traditionally played a central role in shaping moral values and collective consciousness, the rise of secular attitudes has generated significant psychological shifts. The research analyzes the intellectual and socio-cultural factors contributing to this trend, including globalization, digital media exposure, educational transformations, and economic pressures.The study argues that detachment from religious belief often leads to feelings of purposelessness, identity confusion, moral relativism, and increased psychological stress, particularly among youth. It explores how weakening spiritual attachment may affect emotional stability, family relationships, and social cohesion. By evaluating contemporary patterns in Pakistani society, the article highlights the correlation between declining religious engagement and emerging psychological challenges.From a constructive perspective, the research emphasizes the importance of balanced intellectual dialogue, value-based education, and spiritual awareness in maintaining psychological well-being. It concludes that addressing the psychological implications of secularism requires strengthening moral discourse, family institutions, and faith-based guidance to ensure individual stability and social harmony in Pakistani society. Moreover, research also sheds light on how media influence, globalization, modern educational trends, and socio-economic pressures contribute to changes in belief systems and psychological attitudes. Examining contemporary social trends, this study highlights the connection between declining religious affiliation and the rise in psychological issues—such as mental stress, a lack of purpose, and social fragmentation—indicating that these phenomena are interrelated.

***Keyword**: Secularism, Psychology, Pakistan, Identity, Morality, Youth, Social Change*

تمہید

یہ آرٹیکل پاکستانی معاشرے پر لادینیت (Secularism) کے نفسیاتی اثرات کا جائزہ لیتا ہے اور یہ تجزیہ کرتا ہے کہ مذہبی عقائد سے تدریجی دوری کس طرح فردی اور اجتماعی ذہنی ساختوں کو متاثر کرتی ہے۔ اس تحقیق میں اُن فکری، ثقافتی اور سماجی عوامل کا مطالعہ کیا گیا ہے جو خصوصاً نوجوانوں میں سیکولر رجحانات کے فروغ کا سبب بن رہے ہیں، اور ان کے اخلاقی اقدار، تشخص کی تشکیل اور جذباتی استحکام پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ مذہبی وابستگی کی کمزوری، ایک ایسے معاشرے میں جو روایتی طور پر ایمان پر مبنی ہو جیسے پاکستان، روحانی خلا، اخلاقی اضافیت، اضطراب اور شناختی ابہام کو جنم دیتی ہے۔
مزید برآں، تحقیق اس بات پر بھی روشنی ڈالتی ہے کہ میڈیا کا اثر، عالمگیریت، جدید تعلیمی رجحانات اور سماجی و معاشی دباؤ کس طرح اعتقادی نظاموں اور نفسیاتی رویّوں میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ معاصر سماجی رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ مطالعہ اس تعلق کو اجاگر کرتا ہے کہ مذہبی وابستگی میں کمی اور نفسیاتی مسائل—جیسے ذہنی دباؤ، مقصدیت کے فقدان اور سماجی انتشار میں اضافہ باہم مربوط ہیں۔

الحاد کا آغاز:

کئی معروف ماہرینِ نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ بعض اوقات مذہب سے بغاوت دراصل والدین سے نفسیاتی بغاوت کا عکس ہوتی ہے۔ بچے کی ابتدائی زندگی میں والدین اس کی شخصیت کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، اور اگر والدین مذہب کو ایک سخت اور جابر ضابطے کی صورت میں نافذ کریں تو بچہ نہ صرف والدین کی سختی سے نالاں ہوتا ہے، بلکہ اس مذہب سے بھی دوری اختیار کرلیتا ہے جسے ان پر زبردستی لاگو کیا گیا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر والدین ہر چھوٹی غلطی پر "اللہ سزا دے گا"، "جہنم میں جاؤ گے "یا" یہ کفر ہے" جیسے جملے استعمال کریں، تو بچے کے لاشعور میں مذہب خوف، شرمندگی یا جبر کی علامت بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ جب بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو اس کے نزدیک مذہب، خدا کی بجائے والدین کے ظلم کا نفسیاتی عکس بن چکا ہوتا ہے۔ مشہور ماہرِ نفسیات سیگمنڈ فرائڈ کا کہنا تھا: "مذہب ایک وہم ہے جو انسان نے والد کی قوت سے متاثر ہو کر تخلیق کیا[1]۔ "۔ اسی طرح جوناتھن ہائٹ کے مطابق: "بہت سے نوجوان اس لیے مذہب چھوڑتے ہیں کیونکہ انہوں نے مذہب کو ظالم اور سخت گیر قوتوں کے ساتھ جُڑا ہوا پایا۔"

نوجوانوں کی مذہب سے دوری کی ایک

صورت خاندانی تعلقات سے بدظنی کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس بغاوت کی ایک نمایاں شکل والدین سے نفرت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، جو بالآخر مذہب سے انکار یا الحاد کی راہوں کو ہموار کرتی ہے۔ نفسیاتی ماہرین کے مطابق، جب والدین دین کے نام پر سختی، غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ، یا احساسِ جرم کو بطور تربیتی ہتھیار استعمال کرتے ہیں تو اولاد میں ردعمل کے طور پر مذہب سے بیزاری جنم لیتی ہے۔ وہ مذہب کو محبت، تسلی یا نجات کا ذریعہ نہیں بلکہ دباؤ، خوف اور قید کا نظام سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نوجوان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اگر والدین مذہب کی نمائندگی کرتے ہیں، تو

[1] سگمنڈ فرائڈ، مستقبل کا ایک وہم، ترجمہ، پروفیسر خالد پرویز لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز 2005ء۔ ص 27

پھر وہ مذہب جس نے ان پر ظلم و جبر کی فضا قائم کی، اس سے بغاوت ہی ان کی آزادی کی علامت ہے۔ اسلامی تعلیمات اس طرزِ تربیت کو رد کرتی ہیں اور والدین کو حکمت، نرمی اور شفقت کے ساتھ اولاد کی پرورش کا حکم دیتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[2]

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے دعوت دو۔

اس آیت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ مذہبی دعوت اور تربیت کا اصل انداز محبت آمیز اور حکمت پر مبنی ہونا چاہیے، نہ کہ جبر، طنز یا ڈانٹ ڈپٹ، اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت میں یہ اصول دیتی ہیں

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا[3]

آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو، خوش خبری دو، نفرت نہ دلاؤ

چنانچہ مذہب کو جب زبردستی یا جبر کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے، تو نوجوان اس سے انکار کو اپنی آزادی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت کسی خاص ماحول سے انکار کر رہے ہوتے ہیں، نہ کہ دینِ فطرت سے۔ سگمنڈ فرائیڈ لکھتا ہے:

"خدا باپ کی نفسیاتی صورت گری ہے۔[4]"

اسلامی تعلیمات بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ دین کو سختی سے پیش کرنا دلوں کو دور کر دیتا ہے, قرآن مجید میں ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ[5]

تو یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں، اور اگر آپ تند خو، سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔

دینی نمائندوں کا منفی کردار:

اکثر اوقات دینی شخصیات کے کردار، رویے یا بدعنوانی کی وجہ سے افراد دین سے بدظن ہو جاتے ہیں۔ جب عالم دین خود غیر اخلاقی، بے رحم یا دنیا پرست ہو تو دین سے وابستگی متاثر ہوتی ہے۔ انجیلی عیسائیت کی دنیا کا بڑا حصہ گرد و پیش کی ثقافت سے اس قدر سمجھوتہ کر چکا ہے کہ اس نے اپنی روحانی طاقت کھو دی ہے۔ فرانسس شاففر یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ الحاد صرف فلسفہ یا سائنس سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ کلیسیا (چرچ) کی روحانی کمزوری، اخلاقی انحراف، اور معاشرتی رویوں کے ساتھ غیر تنقیدی سمجھوتے کی وجہ سے بھی الحاد جنم لیتا ہے۔ گویا جب مذہبی معاملات خود بے معنی، سطحی یا متضاد نظر آنے لگے، تب لوگ الحاد کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

فرانسیس شاففر کا یہ تجزیہ کہ الحاد صرف فلسفیانہ بحث کا نتیجہ نہیں بلکہ مذہبی اداروں کی روحانی کمزوری اور اخلاقی زوال کا ردِ عمل ہے، آج کے دور میں بڑی معنویت رکھتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "جب کلیسیا ثقافت کے ساتھ سمجھوتہ کر لے تو اپنی روحانی قوت کھو بیٹھتی ہے"۔ یہی نکتہ علامہ

---

[2] النحل، 16:125

[3] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الأمر بالتیسیر وترک التنفیر، حدیث، 1732۔ 49/2

[4] سگمنڈ فرائڈ، مستقبل کا ایک وہم، ترجمہ، پروفیسر خالد پرویز لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2005، ص 31

[5] آلِ عمران، 3:159

اقبال، مودودی اور امام غزالی نے بھی بیان کیا ہے کہ دین کی روح اگر زوال پذیر ہو جائے تو اس کے نتیجے میں الحاد پنپتا ہے، نہ کہ صرف سائنس یا فلسفے سے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أكثر الناس إنما انصرفوا عن الدين لفساد رجال الدين[6]"

"اکثر لوگ دین سے اس لیے دور ہوئے کہ دین کے نمائندے خراب ہو گئے۔"

عوام کی اکثریت فلسفیانہ یا سائنسی دلائل کے باعث دین سے نہیں ہٹتی، بلکہ لہٰذا جب وہ علماء، واعظین، یا مذہبی قیادت میں جھوٹ، دنیا پرستی، سیاسی مفاد، فرقہ واریت یا منافقت دیکھتے ہیں، تو وہ یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ "دین خود بھی ایسا ہی ہو گا" اور یوں وہ دین سے بد ظن ہو کر الحاد یا دینی بیزاری کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جب وہ دینی رہنماؤں کو بد عنوان، دنیا پرست، متضاد کردار والے یا منافقت میں مبتلا دیکھتے ہیں، تو دین سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

تکلیف دہ تجربات اور خدا سے شکوہ:

کچھ افراد بچپن میں شدید تکالیف، جنسی زیادتی، جنگ یا قحط جیسے صدمات سے گزرتے ہیں اور ان کے ذہن میں سوال جنم لیتا ہے کہ اگر خدا ہے تو یہ ظلم کیوں؟ یہ سوال بتدریج الحاد میں ڈھل سکتا ہے۔ سی ایس لیوس، جو پہلے ملحد تھا، لکھتا ہے

"میرے الحاد کی بنیاد درد پر تھی: اگر کوئی خدا ہوتا، تو یہ ظلم کیوں ہوتا[7]

الحاد کی ایک گہری نفسیاتی اور وجودی (Existential) بنیاد کی عکاسی کرتا ہے، جو محض فلسفیانہ یا سائنسی اعتراضات سے مختلف بلکہ زیادہ ذاتی اور جذباتی ہوتی ہے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات میں بھی صبر اور آزمائش کو اہم مقام دیا گیا ہے، قرآن فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ[8]

"اور یقیناً ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔"

یہ آیت الحاد کے اس نفسیاتی اعتراض کا شافی جواب دیتی ہے جو درد اور دکھ سے اٹھتا ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ زندگی کی مشکلات، خدا کی غیر موجودگی کی دلیل نہیں بلکہ خدا کی تربیت، امتحان، اور قربت کا ذریعہ ہیں۔ اور صبر کرنے والا، الحاد میں نہیں گرتا بلکہ ایمان کے بلند درجوں پر فائز ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں پر ان کے رب کی جانب سے درود و سلام اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

---

[6] امام غزالی، احیاء علوم الدین، ج، 1، بیروت، دار المعرفۃ، بے تا، ص48

[7] پروفیسر وحید الدین خان، دین و شریعت، نئی دہلی: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، 2004، ص328

[8] البقرۃ2، 155

مایوسی اور ذہنی دباؤ:

بعض اوقات فرد مسلسل ناکامی، نفسیاتی دباؤ، خاندانی جھگڑوں یا معاشی مسائل کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہے ہی نہیں جو اس کی مدد کرے۔ ایسی ذہنی کیفیت بھی الحاد کی طرف لے جاتی ہے۔ انسانی نفسیات کا ایک گہرا زخم یاسیت (نااُمیدی) ہے۔ قرآن مجید ہمیں خبردار کرتا ہے قرآن فرماتا ہے

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ[9]

یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، کفر کی ایک علامت اور راہ ہے۔

اس آیت میں "رَوحِ اللہ" سے مراد اللہ کی جانب سے آنے والی سکینت، مدد، رہنمائی اور رحمت ہے، جو ہر مومن کی امید کا مرکز ہے۔ لیکن جب انسان اپنے مسائل، تکالیف یا مصیبتوں میں گھر کر اس یقین کو کھو دیتا ہے کہ کوئی اعلیٰ ہستی اس کی سنتی ہے یا مدد کرے گی، تو وہ رفتہ رفتہ خدا کے وجود، عدل اور محبت پر شک کرنے لگتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جہاں سے الحاد کی نفسیاتی جڑیں جنم لیتی ہیں۔

جدید الحاد کی تاریخ میں کئی افراد نے اپنے الحاد کی بنیاد "تکلیف" اور "ظلم" پر رکھی۔ مشہور ملحد برٹرینڈ رسل کہتا ہے" :میں اس دنیا میں بچوں کے دُکھوں کو دیکھ کر خدا پر یقین نہیں رکھ سکتا۔ "ایسی سوچ بظاہر اخلاقی دکھ کا اظہار لگتی ہے، لیکن قرآن کے مطابق یہ دکھ جب مایوسی میں بدل جائے تو وہ ایمان کے منافی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سو سے زائد مقامات پر رحمت، مغفرت اور امید کا پیغام دیا ہے، تاکہ انسان ہر حال میں رب کی طرف رجوع کرے۔ قرآن فرماتا ہے

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ[10]

"اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں

جنسی جبلت اور آزادی کی خواہش:

دنیا میں جنسی آزادی کو ایک بنیادی انسانی حق تصور کیا جاتا ہے۔ بعض نوجوان مذہب کے اخلاقی اور جنسی اصولوں کو بوجھ سمجھ کر دین کو ترک کرتے ہیں تاکہ "آزاد زندگی" گزار سکیں۔

یہ آیت محض زنا کی ممانعت نہیں بلکہ اس کے "قریب جانے "یعنی اس کے محرکات، ماحول، طرزِ زندگی، خیالات اور تعلقات سے بھی اجتناب کا حکم دیتی ہے۔ جدید نفسیاتی تحقیق بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ جنسی آزادی اور اخلاقی قیود سے آزادی کا رجحان انسان کو ایسی زندگی کی طرف لے جاتا ہے جس میں وہ کسی بھی بالاتر اخلاقی اتھارٹی، یعنی خدا، کو تسلیم کرنے سے گریز کرتا ہے۔

---

[9] سورۃ یوسف، 12:87

[10] یوسف 12:87

جدید مغربی معاشرے میں جنسی انارکی کو آزادی سمجھا جاتا ہے، لیکن بہت سے نوجوان ملحدین کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان کے الحاد کے پیچھے علمی نہیں، نفسیاتی اور جنسی محرکات کار فرما ہوتے ہیں۔ مشہور امریکی اسکالر جوش میک ڈاول نے لکھا: کئی نوجوان الحاد کو اختیار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ جنسی اخلاقیات سے بچنا چاہتے ہیں، نہ کہ اس لیے کہ خدا کا وجود ناقابلِ یقین ہے۔ "مفسرین مثلاً امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

زنا وہ برائی ہے جو فواحش کا دروازہ کھولتی ہے اور انسان کو باطنی اندھیروں کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کا راستہ ہی ممنوع ہے، کیونکہ اس کا انجام دین و ایمان سے محرومی ہو سکتا ہے۔[11]

قرآن مجید صاف اور واضح فرماتا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً[12]

"زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے۔"

جدید دور میں بہت سے نوجوان مذہب سے بغاوت اس وقت شروع کرتے ہیں جب ان کے جنسی جذبات اور آزادی کو مذہب کے اصولوں کے تحت کنٹرول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر یہ کوشش نرمی، مکالمے، اور حکمت کے بجائے جبر، سزا اور طعن و تشنیع کے ذریعے کی جاتی ہے۔ جب انہیں صرف "حرام ہے"، "گناہ ہے"، "جہنم ہے" جیسے الفاظ سے روکا جائے، مگر ان کی نفسیاتی و جذباتی کیفیت کو نہ سمجھا جائے، تو وہ مذہبی تعلیمات کو دشمنی کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض نوجوانوں کے نزدیک مذہب کا مطلب صرف "زنا سے بچنے کی پابندی" بن جاتا ہے، اور وہ اُسے اپنی آزادی کے خلاف سمجھ کر رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن زنا سے منع کرتا ہے، مگر اندازِ بیان یہ ہے کہ یعنی صرف عمل نہیں، بلکہ اس کے اسباب سے بھی بچو۔ اس میں حکمت، احتیاط، اور پیش بندی کی تعلیم ہے، نہ کہ صرف ڈانٹ یا سزا

اجتماعی تنہائی اور شناخت کا بحران:

بعض لوگ جدید معاشرے میں اپنی شناخت کھو بیٹھتے ہیں۔ اکیلا پن، بیزاری، بے مقصد زندگی اور سماجی علیحدگی انہیں خدا اور مذہب سے دور کر دیتی ہے۔ وِکٹر فرینکل، ایک ماہر نفسیات، کہتا ہے:

انسان کے الحاد کی جڑ اس کے معنی کے بحران میں ہے"۔[13]

الحاد ایک پیچیدہ نفسیاتی مظہر ہے جو محض دلائل کا نتیجہ نہیں بلکہ جذبات، تجربات، اور نفسیاتی محرکات کا عکس ہے۔ اسلامی تعلیمات اس انسانی کمزوری کو تسلیم کرتے ہوئے صبر، حکمت، شفقت اور دلائل کے ساتھ لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے کا حکم دیتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[14]

---

[11] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، تفسیر سورۃ الإسراء، آیت 32، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج10، ص251

[12] سورۃ الإسراء، 17:32

[13] Viktor Frankl, Man's Search for Meaning, 1946

[14] النحل، 16:125

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔"

قرآن مجید میں دعوتِ دین کے لیے جو اسلوب متعین کیا گیا ہے، وہ سختی یا جبر نہیں بلکہ حکمت اور حسنِ نصیحت ہے، اس قرآنی حکم کا اطلاق صرف مبلغین یا انبیاء پر نہیں، بلکہ ہر اس فرد پر ہوتا ہے جو دوسروں کو خیر کی طرف بلاتا ہے، بالخصوص والدین، جو اپنی اولاد کو دین سکھاتے ہیں۔ مگر جب والدین دین کو سختی، دھمکی، اور مسلسل ملامت کے انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہ قرآن کے اس اصول کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں۔ نتیجتاً اولاد دین کی اصل روح سے محروم ہو جاتی ہے اور دین کو صرف ایک پابند، روکنے اور سزا دینے والا نظام سمجھنے لگتی ہے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جہاں "والدین سے نفرت" اور "مذہب سے بغاوت" جنم لیتی ہے۔ اس آیت کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ دین کی تعلیم، خصوصاً نوجوان ذہنوں کے لیے، شفقت، تدبر، اور نرم دل نصیحت کے ذریعے ہی مؤثر ہو سکتی ہے۔ دین کو سخت الفاظ اور جذباتی جبر سے سکھانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اولاد دین سے بد ظن ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات اس کا ردِ عمل الحاد یا مکمل مذہبی انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے قرآن فرماتا ہے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ[15]

"اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل ہیں۔"

یہ آیت نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی وضاحت کرتی ہے، اور ساتھ ہی دعوت و قیادت کے اصول کا ایک ایسا آفاقی معیار طے کرتی ہے جو ہر معلم، مربی، والدین، اور داعی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ نبی ﷺ کو جن صحابہ کرامؓ کی تربیت اور قیادت کا فریضہ سونپا گیا، ان میں سخت مزاج بدو بھی تھے، نو آموز نوجوان بھی، اور کمزور ایمان والے بھی۔ مگر ان سب کے ساتھ نبی ﷺ کی نرمی، برداشت، اور محبت پر مبنی برتاؤ نے ان کے دل جیت لیے۔

یہی اصول والدین کی تربیت میں بھی بنیاد بننا چاہیے۔ اگر والدین سخت گیر، غصیلا مزاج اور جذباتی ہوں، اور ہر غلطی پر تادیب و ملامت کو اختیار کریں، تو اولاد نہ صرف جذباتی طور پر دور ہو جاتی ہے بلکہ مذہبی تعلیمات سے بھی متنفر ہونے لگتی ہے۔ جدید نفسیات بھی اس اصول کی تصدیق کرتی ہے کہ بچوں کی شخصیت پر سب سے گہرا اثر ان کے ابتدائی جذباتی تجربات کا ہوتا ہے، اور اگر یہ تجربات محبت، تحفظ اور نرمی سے بھرپور ہوں تو وہ شخص مذہب اور رشتہ داریوں سے مثبت تعلق قائم کرتا ہے۔ مگر اگر وہ سختی، خوف اور مستقل تنقید میں پرورش پائے، تو اس کے اندر ردِ عمل، بغاوت، اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن ہمیں واضح طور پر یہ تعلیم دیتا ہے کہ اصلاح، تربیت، اور قیادت کے عمل میں سختی اور غلظت القلبی کی جگہ نہیں، بلکہ صرف رحمت اور نرمی کے ذریعے ہی پائیدار اثرات پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کا یہی پہلو سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا، حتیٰ کہ دشمن بھی آپ کی نرمی اور بردباری کے قائل ہو جاتے تھے۔ یہ اسلوب ہر والد، معلم اور مذہبی راہنما کے لیے ایک زندہ مثال ہے۔

ارشاد خداوندی ہے

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا[16]

"اور جب اسے تکلیف پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے۔"

---

[15] آلِ عمران 3:159

[16] سورۃ فصّلت، 41:49۔

یہ آیت انسان کی ایک بنیادی نفسیاتی کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے: مایوسی کا فوری شکار ہو جانا۔ قرآن مجید کے اس مختصر مگر گہرے جملے میں انسانی رویے کا وہ رخ بیان کیا گیا ہے جو ہر دور میں ایمان کے کمزور ہونے کی علامت رہا ہے۔ جب انسان کو نعمتیں ملتی ہیں، خوشحال ہوتا ہے، تو وہ پر امید، مطمئن، حتیٰ کہ خود پسند بن جاتا ہے۔ مگر جب کوئی مصیبت، بیماری، مالی پریشانی، یا خاندانی آزمائش اسے آگھیرتی ہے، تو وہ یکایک مایوسی، شکایت، اور بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات تو خدا سے انکار یا مذہب سے بغاوت کی طرف بھی مائل ہو جاتا ہے۔

یہی کیفیت آج کے بہت سے نوجوانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جب وہ کسی خاندانی دباو، تعلیمی ناکامی، محبت میں نامرادی، یا جذباتی محرومی کا سامنا کرتے ہیں، تو ان کے دل میں سوال ابھرتا ہے: "اگر خدا ہے تو میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟"۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جہاں ایمان، صبر، اور فہمِ قرآن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر جب معاشرہ، والدین یا مذہبی راہنما اس کیفیت کو محض "ضعفِ ایمان" کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں، اور جذباتی سہارا دینے کے بجائے تنقید، توبیخ یا فتویٰ دیتے ہیں، تو نوجوان مزید یأس (مایوسی) میں ڈوب جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں مایوسی کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور قرآن بار بار ہمیں امید، دعا، اور اللہ کی رحمت پر یقین رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

"إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ[17]"

اللہ کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں

گویا مایوسی صرف ایک نفسیاتی کمزوری نہیں بلکہ ایک ایمانی بحران بھی ہے۔ اس آیت کا پیغام یہی ہے کہ جو شخص مشکل وقت میں حوصلہ، صبر، اور رجوع الی اللہ کو چھوڑ دیتا ہے، وہ حقیقت میں اپنی روحانی بنیاد کھو دیتا ہے۔

عقلی غرور اور فکری برتری:

جدید تعلیم یافتہ طبقہ بعض اوقات مذہب کو غیر عقلی اور فرسودہ سمجھتا ہے۔ وہ سائنس، منطق اور فکری آزادی کو ہی سچائی کا معیار بنا لیتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ[18]

"کیا تم نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا؟"

یہ قرآن کریم کی نہایت جامع اور گہری آیت ہے، جو انسان کے روحانی و عقلی زوال کی اصل جڑ پر روشنی ڈالتی ہے: خواہش پرستی۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں کہ کچھ لوگ خدا کے انکار کا راستہ اختیار کرتے ہیں، بلکہ یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ اس انکار کا اصل محرک عقل یا دلیل نہیں بلکہ خواہشات کی پیروی ہے۔

اس آیت میں لفظ "إِلَٰهَهُ" (اپنا معبود) اور "هَوَاهُ" (اپنی خواہش) کو جوڑ کر بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ اپنی مرضی، جذبات، تمناؤں، یا انا کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ وہی ان کے لیے خدا کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ جس چیز کو چاہیں، اسے درست مانتے ہیں؛ جس سے نفرت کریں، اسے جھٹلا

[17] سورۃ یوسف، 12:87۔

[18] الفرقان 25:43

دیتے ہیں؛ اور جس عقیدے یا ضابطے کو ناپسند کریں، اسے رد کر دیتے ہیں — چاہے وہ وحی، مذہب یا خدا کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ رویہ جدید دور کے لبرل الحاد، مابعد جدید انفرادیت، اور اخلاقی نسبیت (moral relativism) کا بنیادی تصور ہے:

"ہر انسان اپنی راہ خود چنتا ہے، اسے کسی خدا، کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں۔"

نفسیاتی اعتبار سے یہ رویہ نفس پرستی (ego-centrism) کہلاتا ہے۔ مشہور ماہرِ نفسیات ایرک فروم (Erich Fromm) کے مطابق، انسان جب خود کو مرکزِ کائنات سمجھنا شروع کر دیتا ہے تو وہ خدا سے رشتہ توڑ کر اپنے نفس کو معبود بنالیتا ہے۔ یہی بات قرآن اس آیت میں بیان کرتا ہے۔ یہی رویہ آج کے الحاد زدہ نوجوان میں عام ہو چکا ہے۔ مذہب کی طرف دعوت دینے پر جواب آتا ہے" : مجھے اپنی مرضی کی زندگی جینے دو م"۔ اور یہی "مرضی" آہستہ آہستہ عقیدہ، اخلاق، اور عبادات کو نگل جاتی ہے۔ یہ آیت در حقیقت ہمیں اس خطرے سے خبر دار کرتی ہے کہ اگر انسان اپنی خواہشات کا غلام بن جائے تو وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کے انکار یا مذہب بیزاری خدا کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے، خواہ وہ زبانی الحاد کا اعلان کرے یا نہ کرے روحانی پیاس اور خالی پن جب مذہب سے نہ جُڑے تو فرد کسی بھی ماورائی ہستی کے انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ " وکٹر فرینکل کہتا ہے۔

"انسان کا سب سے بڑا المیہ معنویت کا بحران ہے۔"[19]

جنسی جبلت اور مذہبی اخلاقیات کا ٹکراؤ:

آزادئ جنسی تعلقات کے داعی افراد مذہب کی پابندیوں کو ناقابل برداشت پاتے ہیں۔ بعض اوقات مذہب کو چھوڑنے کی اصل وجہ جنسی آزادی کی خواہش ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں جنسی خواہش کو نہ تو مکمل طور پر دبایا گیا ہے اور نہ ہی آزاد چھوڑا گیا ہے، بلکہ اسے نکاح کے پاکیزہ اور منظم ادارے کے ذریعے قابو میں رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں صراحت ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا[20]

"اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔"

یہ آیت نہ صرف جنسی بے راہ روی کو فحاشی قرار دیتی ہے، بلکہ اسے ایک خطرناک "راستہ" بھی کہتی ہے — یعنی ایسا طرزِ زندگی جو انسان کو اخلاقی، روحانی اور سماجی تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ آج کی دنیا میں جنسی آزادی کو "شخصی آزادی" کے نام پر جس طرح فروغ دیا جا رہا ہے، اس نے نہ صرف خاندانی نظام کو متاثر کیا ہے بلکہ مذہب کے احکام کو "رکاوٹ" یا "دباؤ" تصور کیا جانے لگا ہے۔

بعض نفسیاتی اور سماجی تجزیے اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ کئی لوگ مذہب کو صرف اس لیے ترک کرتے ہیں کہ وہ زنا، ہم جنس پرستی، اور دیگر جنسی بے راہ رویوں میں کسی اخلاقی رکاوٹ کے بغیر ملوث رہ سکیں۔ اس ذہنیت کو نفس پرستی کہا گیا ہے، جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاه

"کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا؟"

---

[19] وکٹر فرینکل، انسان کی تلاشِ معنی، ص 12

[20] الإسراء 17:32

اسلام جنسی تعلق کو حرام یا گناہ کے طور پر نہیں دیکھتا، بلکہ اسے ایک فطری جذبہ تسلیم کرتا ہے، جس کے لیے شرعی حدود متعین کرتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ[21]...

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، یہ نگاہ کو جھکانے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا عمل ہے۔"

اسلامی معاشرہ نکاح کو جنسی خواہش کی تکمیل کا واحد باعزت ذریعہ قرار دیتا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص ان حدود سے آزاد ہونا چاہتا ہے، تو وہ مذہب کو چھوڑ کر مطلق آزادی (absolute freedom) کا دعویٰ کرتا ہے، جو درحقیقت نفس کی غلامی ہے۔ الحاد صرف ایک فکری انکار نہیں بلکہ اکثر اوقات ایک نفسیاتی اور عملی فرار ہوتا ہے، خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے جو مذہبی احکام کو ذاتی آزادی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے ہیں۔ جدید الحادی فکر میں "آزادی" کا مفہوم دراصل ہے، جس کا سب سے واضح اظہار جنسی معاملات میں ہوتا ہے۔ مذہب، خاص طور پر اسلام، نکاح، حیاء، عفت اور زنا سے اجتناب پر زور دیتا ہے؛ جبکہ الحادی معاشروں میں جنسی تعلقات کو صرف ایک جسمانی عمل سمجھا جاتا ہے، جس پر کوئی اخلاقی یا روحانی قید نہیں ہونی چاہیے۔ اس رجحان کی جڑیں ان مغربی مفکرین کی تحریروں میں بھی پائی جاتی ہیں جنہوں نے مذہب کو انسان کی جنسی خواہشات کا دشمن قرار دیا، جیسا کہ سگمنڈ فرائڈ نے مذہب کو "اوہام پر مبنی اخلاقی نظام" کہا جو انسان کی جبلّی خواہشات کو دباتا ہے۔ اس زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو الحاد بعض افراد کے لیے صرف فکری انکارِ خدا نہیں، بلکہ اپنی نفس پرستی اور جنسی آزادی کے لیے ایک نظریاتی جواز بن جاتا ہے۔

فطری میل اور اس کی نفسیاتی جہت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ[22]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک فطری دین پر پیدا کیا ہے، جس میں حق اور راستبازی شامل ہے۔ اس آیت میں مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رخ کو اسی فطرت کی طرف برقرار رکھے، جو اللہ نے تمام انسانوں میں ودیعت کی ہے۔ اس فطرت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، اور یہی اصل دین ہے جس پر انسان کو قائم رہنا چاہیے۔ اس طرح، آیت ہمیں بتاتی ہے کہ دین کی اصل حقیقت انسان کی فطرت میں موجود ہے، اور انسان کو اس فطرت کے مطابق اپنی زندگی گزارنی چاہیے اس آیت میں "فطرت" کا ذکر اس نفسیاتی میل کی طرف اشارہ ہے جو انسان کو ماوراء سے جڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔ ابنِ تیمیہ وضاحت کرتے ہیں کہ فطرت کی نفی یا انکار "انقباضِ قلب" اور "خمورِ عقل" سے جنم لیتی ہے۔[23]

---

[21] ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث: 1845۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربي، ج2، ص 851

[22] القرآن الروم 30

[23] ابن تیمیہ، "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح"، ج5، ص226

جدید علمِ نفسیات میں بھی "ولادتاً مذہبی رجحان (Barrett, 2012) " جیسے تصورات فطرتِ ایمانی کے موافق دکھائی دیتے ہیں۔[24]

صدماتی تجربات

شدید ذاتی یا اجتماعی صدمات جیسے بچپن کا جسمانی یا جنسی استحصال، جنگ، یا والدین کا اچانک فوت ہو جانا، اکثر مذہبی تصورِ عدل میں شکوک کو جنم دیتے ہیں۔[3] قرآن بحرانِ نفس کو ایمان کی کمزوری کی وجہ نہیں، بلکہ صبر و تسلیم کے ذریعے تقویتِ ایمان کا ذریعہ قرار دیتا ہے پیغمبرِ اسلام ﷺ کا ارشاد ہے

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ[25]

"حیرت انگیز بات ہے مؤمن کے حال میں"

مؤمن ہر حال میں خیر کا پہلو دیکھتا ہے۔ مؤمن کے لیے ہر حال میں بھلای ہی ہے، چاہے وہ خوشی ہو یا مشکل، کیونکہ مؤمن کے لیے ہر حالت میں اللہ کی رحمت اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے اگر اسے خوشی ملے تو وہ شکر گزار ہوتا ہے،، اور اگر کوئی پریشانی آئے تو وہ صبر کرتا ہے اس طرح، مؤمن کی زندگی ہر حال میں بہتر اور قابلِ تعریف ہوتی ہے۔ یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کا رویہ ہر حالت میں اس کے حق میں فائدہ مند ہوتا ہے۔

مذہبی اختیاریت اور نفسیاتی مزاحمت

ابریخ فرام لکھتے ہیں:

خاندان یا معاشرے کی سخت گیر مذہبی اختیاریت بسا اوقات "مزاحمتی ردِ عمل" پیدا کرتی ہے۔[26]

خاندان یا معاشرے میں جب مذہبی اصول سخت گیر اور جبر کے انداز میں نافذ کیے جائیں، تو یہ بعض اوقات افراد میں مزاحمتی ردعمل پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان فطرتاً آزاد ارادہ اور انتخاب کا حامل ہوتا ہے، اور جب اس کی ذاتی آزادی محدود کی جاتی ہے تو وہ نفسیاتی طور پر اس پر ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ یہ ردعمل بسا اوقات شک، بغاوت یا الحاد کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی تعلیمات کا جبر کے ساتھ نفاذ ہمیشہ مثبت نتائج نہیں دیتا۔ اس لیے دین کی تعلیم اور تربیت میں اعتدال، بصیرت اور نرم رویہ اختیار کرنا ضروری ہے، تاکہ افراد پر اخلاقی اور روحانی اثر پڑے اور وہ ایمان و عقیدہ کو دل سے قبول کریں، نہ کہ صرف دباؤ کے تحت۔

---

[24] باریٹ، جسٹن ایل، بورن بیلیورز: دی سائنس آف چلڈرنز ریلیجیس بلیف، نیویارک: فری پریس، 2012

[25] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب "المؤمن أمرہ کلہ خیر"، حدیث نمبر 2999

[26] ایریخ فرام، ص 105، 100 نیویارک: ہارپر اینڈ برادرز، 1941

اسلام میں اکراہ کی نفی واضح ہے لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ علامہ رازی لکھتے ہیں کہ جبری طرزِ عمل قلوب کو منقلب نہیں کر سکتا[27] امام غزالی کے مطابق اصلاحِ باطن قوی تر ہے بنسبت ظاہری جبر کے۔ جبری طرزِ عمل انسان کے دل و دماغ کو اصلِ ایمان کی طرف مائل نہیں کر سکتا، کیونکہ ایمان اور عقیدہ دل کی قبولیت اور رضا کے بغیر حقیقت میں قائم نہیں رہتا۔ اگر کسی کو جبر یا دباؤ کے تحت مذہب اپنانے پر مجبور کیا جائے، تو یہ نہ صرف دل کو مطمئن نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات مزاحمتی ردعمل یا بغاوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے اسلامی تعلیمات میں زور اور جبر کے بجائے دلائل، نصیحت اور نرم رویہ کو ترجیح دی گئی ہے، تاکہ ایمان کی بنیاد دل کی آزاد اور شعوری قبولیت پر قائم ہو

ذہنی تنافر

Festinger کے مطابق متصادم عقائد شدید نفسیاتی دباؤ پیدا کرتے ہیں۔ اگر مذہبی تعلیمات کا ظاہری رویّے سے ٹکراؤ ہو تو "تنافر" سے بچنے کے لئے فرد یا تو طرزِ عمل بدلتا ہے یا عقیدہ ترک کر دیتا ہے۔ اسلام حل تجویز کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ[28]

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو عمل میں نہیں لاتے ؟"

یہ آیت مؤمنین کو متنبہ کرتی ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار یا اعتراف تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے عملی زندگی میں ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں انسانوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا قول اور عمل ہم آہنگ نہ ہو، تو اس کی باتوں کی سچائی اور اس کے ایمان کی قدر متاثر ہوتی ہے۔ یہ تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اخلاق، عبادات، اور معاشرتی فرائض میں قول و فعل کی مطابقت ایمان کی اصل بنیاد ہے۔

سیرتِ نبوی میں قول، فعل کی یکسانیت سے 'تنافر' کم سے کم رہتا ہے۔ یہ جملہ ایک معروف نفسیاتی نظریے یعنی "Cognitive Dissonance" اور اکی تضاد یا ذہنی تنافر کی وضاحت کر رہا ہے۔ اس نظریے کے مطابق اگر انسان کے عقائد اور اعمال میں تضاد ہو، تو وہ شدید ذہنی الجھن اور دباؤ محسوس کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خود کو مذہبی مانتا ہو مگر اس کا طرزِ زندگی مذہب کے خلاف ہو (جیسے بے حیائی، شراب نوشی، یا نماز چھوڑنا)، تو اس تضاد سے بچنے کے لیے وہ دو ممکنہ راستے اختیار کرتا ہے۔ تو وہ اپنا طرزِ عمل بدل کر مذہب سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے، پھر وہ مذہب کو ترک یا نظر انداز کر دیتا ہے تاکہ اس کے ضمیر پر بوجھ نہ رہے۔ اسی نفسیاتی کشمکش کو قرآن نے سادہ انداز میں اس آیت میں بیان کیا: جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ[29]

"اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟"

[27] امام غزالی، احیاء علوم الدین، کتاب الریاضۃ، باب الجبر والاختیار، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990)، ص 150–155۔

[28] الصف 2

[29] الصف، 61:2

یہ آیت دراصل قول و فعل کی مطابقت پر زور دیتی ہے، تاکہ ذہنی تضاد اور منافقت پیدا نہ ہو۔ یہی وہ اصول ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی نمایاں نظر آتا ہے؛ آپ ﷺ کے اقوال اور افعال میں کامل مطابقت تھی، اس لیے آپ کی شخصیت سے وابستہ لوگ ذہنی انتشار کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

اناپسندی اور خودمختاری کی خواہش:

سگمنڈ فرائڈ کے نزدیک مذہب ایک طرح کا نفسیاتی دفاعی نظام ہے، جس کی جڑیں "اوڈیپس کمپلیکس" میں پیوست ہیں۔[30] اس نظریے کے مطابق بچہ اپنے باپ کو ایک رقیب اور جابر قوت کے طور پر دیکھتا ہے، اور بالغ ہونے پر لاشعوری طور پر اس سے آزادی کا خواہاں ہوتا ہے۔ فرائڈ اسی تناظر میں خدا کے تصور کو "باپ کی نفسیاتی توسیع" قرار دیتا ہے اور الحاد کو اس سے نجات کا عمل تصور کرتا ہے۔ اس کے نزدیک الحاد انسان کے شعور کی بالغی (maturity) کی علامت ہے، جہاں فرد اب کسی بالادست ہستی (خدا) کی نفسیاتی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

اسلامی تعلیمات اس تصور کو چیلنج کرتی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں "نَفْس" (خودی) کو نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تہذیب و تطہیر کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[31]

وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاک کیا، اور وہ ناکام رہا جس نے اسے دبا دیا۔

اسی فلسفۂ تزکیہ کا تسلسل علامہ اقبال کے تصورِ خودی میں نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں خودی "آزاد ارادہ" اور "فعال شخصیت" کی علامت ہے، مگر یہ خودی اُس وقت مکمل معنی حاصل کرتی ہے جب وہ "عبودیت" یعنی خدا کی بندگی کے سانچے میں ڈھل جائے۔ اقبال کے نزدیک آزادی بے مہار نہیں بلکہ خدا کے قرب میں معنی خیز بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی خودی، فرائڈ کے تصورِ انا (ego) کے برخلاف، نہ خدا سے فرار چاہتی ہے، نہ والد جیسی کسی قوت سے تصادم؛ بلکہ وہ محبت و شعور کے ساتھ اپنے خالق کی طرف بڑھتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو الحاد کو نفسیاتی آزادی کی علامت سمجھنا ایک محدود اور یک رخا زاویۂ نظر ہے، جبکہ اسلامی فکر خودی کو آزاد مگر بامقصد بناتی ہے۔[32]

وجودی خلا اور مادّی پرستی:

Victor Frankl کے 'لوگوس تھراپی' میں معنی کی پیاس پوری نہ ہو تو "وجودی خلا" پیدا ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشروں میں مادی ساکھ کو مطلق بنالینے سے یہی خلا بڑھ کر الحاد کو جنم دیتا ہے۔ قرآن اس خلا کا حل "ذکر اللہ" میں بتاتا ہے جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ[33]

---

[30] فرائڈ، سگمنڈ۔ مستقبل کا وہم The Future of an Illusion ۔ ترجمہ و توضیح: جیمز اسٹریچی۔ لندن: ہوگارث پریس، 1927، ص 36، 30

[31] الشمس، 9:91–10

[32] سگمنڈ فرائڈ، The Future of an Illusion، ترجمہ: فرخ ندیم، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2008، ص 53

[33] الرعد 28

"یقیناً، اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔"

علمی تشکیک بسا اوقات خالص نفسیاتی نااَمنیت (epistemic anxiety) کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسلام عقلی استدلال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْمگر ساتھ ہی 'تسلیم' کو قلبی سکون کی بنیاد سمجھتا ہے۔ ابن رشد نے "مقالۃ فی اتصال العقل بالإنسان" میں بتاتے ہیں کہ عقل و وحی کا جمع ہونا ہی ذہنی اطمینان لاتا ہے۔

اجتماعی و تہذیبی عوامل:

سیکولر معاشروں کی تعلیمی پالیسیاں اور میڈیا بیانیے "عادیّت الغَفلَة" پیدا کرتے ہیں؛ یہ 'معاشرتی غفلت' بظاہر سائنسی ہیبت سے پُشت پناہ ہوتی ہے۔ ابن خلدون نے بھی اپنی 'مقدمہ' میں تمدنی ادوار کی روحانی اُتھل پُتھل پر روشنی ڈالی۔

ابن خلدون نے اپنی مشہور تصنیف 'مقدمہ' میں یہ واضح کیا ہے کہ ہر تہذیب اور معاشرے کے عروج وزوال میں روحانی، اخلاقی اور فکری عوامل کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ معاشرتی ترقی صرف مادی یا اقتصادی عناصر کی بنیاد پر نہیں ہوتی، بلکہ اس کے پیچھے انسانی اقدار، مذہبی شعور اور اخلاقی کیفیت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جب معاشرتی روحانیت یا اخلاقی اساس کمزور پڑتی ہے تو تمدنی ادوار میں عدم توازن اور اُتھل پُتھل پیدا ہوتی ہے، جو بالآخر زوال کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح ابن خلدون نے تمدن کے عروج وزوال کو روحانی و اخلاقی زاویے سے بھی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

اسلامی نفسیاتی حکمتِ عملی:

اسلامی تعلیمات انسانی نفسیات کو محض طبی مسئلہ نہیں سمجھتیں بلکہ اس کی روحانی، اخلاقی، سماجی اور فکری جہات کو بھی مدنظر رکھتی ہیں۔ قرآن مجید انسان کو "نَفْس" کے تناظر میں دیکھتا ہے اور اس کے تزکیے کو دینی فریضہ قرار دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[34]

"یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنی نفس کو پاک کیا، اور ہلاک ہو گیا وہ جس نے اسے تباہ کیا۔"

یعنی کامیاب وہی ہے جس نے نفس کو پاک کیا، اور ناکام وہی ہے جس نے اسے آلودہ کر دیا۔ یہ آیت درحقیقت اسلامی نفسیات کا مرکزی اصول فراہم کرتی ہے۔ انسانی نفس کی تربیت کے لیے اسلام مرحلہ وار حکمتِ عملی اپناتا ہے جس میں نَفْسِ اَمّارَہ (برائی پر اکسانے والا نفس)، نَفْسِ لَوَّامَہ (اپنے اعمال پر ملامت کرنے والا نفس) اور نَفْسِ مُطْمَئِنَّۃ (اطمینان یافتہ نفس) کی کیفیتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ ترتیب ظاہر کرتی ہے کہ نفس کی اصلاح اور ارتقاء تدریجاً ہوتا ہے، اور ہر مرحلہ مخصوص نفسیاتی و روحانی رہنمائی کا متقاضی ہے۔

اسلام میں روحانی سکون اور نفسیاتی توازن کا سب سے اہم ذریعہ اللہ سے تعلق، ذکر، نماز، صبر، دعا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے وابستگی ہے۔ نبی کریمؐ کی شخصیت میں نفسیاتی فہم کا اعلیٰ ترین نمونہ موجود ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

---

[34] الشمس:9

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ [35]

نبیؐ کی نرم دلی، شفقت اور لوگوں کی باطنی حالت کو سمجھ کر ان سے معاملہ کرنا آج کے "کلینیکل سائیکالوجی" کے جدید اصولوں سے کہیں زیادہ ہم آہنگ اور موثر ہے۔ اسلامی صوفیانہ روایت، جیسے کہ امام غزالی، شاہ ولی اللہ، اور مولانا روم کے ہاں "تزکیہ نفس"، "مجاہدۂ نفس"، اور "مراقبہ" جیسی اصطلاحات دراصل نفسیاتی تطہیر کے قدیم اسلامی طریقے ہیں، جو انسان کی باطنی دنیا کو منظم اور معتدل بناتے ہیں۔ یہ طریقے نہ صرف روحانیت پیدا کرتے ہیں بلکہ اضطراب، وسوسے، مایوسی اور خودکشی جیسے جدید نفسیاتی مسائل کے مقابل میں قلبی اطمینان فراہم کرتے ہیں۔ مغربی ماہرینِ نفسیات جیسے Freud یا Adler جن عناصر پر زور دیتے ہیں، اسلام ان کی اصلاح کا ایک مربوط اور روحانی نسخہ پہلے ہی پیش کر چکا ہے۔

اسلامی نفسیاتی حکمتِ عملی کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ وہ انسانی ارادے کو تسلیم کرتی ہے مگر اس ارادے کی اصلاح اور رہنمائی وحی کے تحت کرتی ہے۔ علامہ اقبال کے تصورِ "خودی" میں بھی یہی تصور موجود ہے، جہاں فرد کی نفسی قوت کو تسلیم تو کیا جاتا ہے، مگر عبدیت اور بندگی کے اصول میں ڈھال کر۔ اس طرح، اسلام میں نہ خود کو مٹانے کی تعلیم ہے، نہ مکمل آزاد چھوڑنے کی، بلکہ توازن، تربیت، اور تزکیے کا حسین امتزاج ہے۔

خلاصہ بحث

اس آرٹیکل میں واضح کیا گیا کہ الحاد محض ایک نظری یا فلسفیانہ موقف نہیں بلکہ اس کے پیچھے گہرے نفسیاتی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ انسان کی باطنی کیفیات، شخصی تجربات، جذباتی صدمات، داخلی کشمکش کے ساتھ ساتھ حالات زمانہ اور سیاسی کشمکش عقائد کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آرٹیکل کے آغاز میں اس امر کی وضاحت کی گئی کہ بعض اوقات مذہبی ماحول میں منفی تجربات، سخت گیر رویّے یا سوالات کے غیر تسلی بخش جوابات فرد کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیتے ہیں، جو بتدریج انکار یا تشکیک کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مزید برآں، تکلیف دہ واقعات جیسے ناانصافی، ذاتی صدمہ یا دنیا میں شر کا مشاہدہ، بعض افراد میں خدا کے بارے میں بدگمانی یا بغاوت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ نفسیاتی سطح پر احساسِ محرومی، خود مختاری کی شدید خواہش، اختیارِ مطلق کا رجحان، اور جواب دہی سے فرار کی لاشعوری میلان بھی الحادی رجحانات کو تقویت دے سکتے ہیں۔ جدید نفسیات میں شناختی بحران (identity crisis) اور وجودی اضطراب (existential anxiety) کو بھی ایسے عوامل میں شمار کیا گیا ہے جو فرد کو روایتی عقائد سے دور کر سکتے ہیں۔ اسلامی تناظر میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ایمان صرف عقلی استدلال کا نتیجہ نہیں بلکہ قلبی اطمینان، روحانی تربیت اور اخلاقی تزکیہ سے بھی وابستہ ہے۔ قرآن مجید کے مطابق دل کی کیفیت انسان کی ہدایت یا گمراہی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ لہٰذا الحاد کے نفسیاتی اسباب کو سمجھنے کے لیے محض فلسفیانہ مباحث کافی نہیں بلکہ انسانی نفس، جذبات اور روحانی خلا کا تجزیہ بھی ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ اس ساری گفت گو کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ الحاد کے رجحانات کو سمجھنے اور ان کا علمی جواب دینے کے لیے نفسیاتی، روحانی اور سماجی پہلوؤں کو یکجا دیکھنا ناگزیر ہے۔ یہ طریقے نہ صرف روحانیت پیدا کرتے ہیں بلکہ اضطراب، وسوسے، مایوسی اور خودکشی جیسے جدید نفسیاتی مسائل کے مقابل میں قلبی اطمینان فراہم کرتے ہیں۔ مغربی ماہرینِ نفسیات جیسے Freud یا Adler جن عناصر پر زور دیتے ہیں، اسلام ان کی اصلاح کا ایک مربوط اور روحانی نسخہ پہلے ہی پیش کر چکا ہے۔

---

[35] آلِ عمران 15

مصادرومراجع

القرآن،کلام اللہ تعالیٰ

ابن تیمیہ، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، الطبعۃالثانیۃ، 1420 ہ

ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ، إدارۃ العلوم الأثریۃ، فیصل آباد، الطبعۃالثانیۃ، 1401ہ۔

امام غزالی، احیاء علوم الدین، منشورات محمد علي بیضون ،بیروت الطبعۃالأولی ،1419 ہ۔

امام غزالی، احیاء علوم الدین، کتاب الریاضۃ، باب الجبر و الاختیار، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990

امام مسلم، صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربي،بیروت الطبعۃالثالثۃ1423ھ

ایریخ فرام، ص 100،105نیویارک: ہارپر اینڈ برادرز، 1941

باریٹ، جسٹن ایل، بورن بیلیورز: دی سائنس آف چلڈرنز ریلیجیس بلیف، نیویارک: فری پریس، 2012

پروفیسر وحیدالدین خان، دین و شریعت، نئ دہلی: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ ،2004

سگمنڈ فرائڈ، The Future of an Illusion، ترجمہ: فرخ ندیم، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2008

سگمنڈ فرائڈ، مستقبل کا ایک وہم ، ترجمہ،پروفیسر خالد پرویز لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2005

قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، دار إحیاء التراث العربي، بیروت،الطبعۃالثالثۃ، 1420ھ